(عقیدہ کورس)

چھٹا حصہ

ایمانی سفر

نگہت ہاشمی

النور پبلیکیشنز

AL-NOOR INTERNATIONAL

(عقیدہ کورس)

چھٹا حصہ

ایمانی سفر

نگہت ہاشمی

النور پبلیکیشنز

نام کتاب : ایمانی سفر (عقیدہ کورس) چھٹا حصہ

مصنفہ : نگہت ہاشمی

طبع اول : جنوری 2018ء

تعداد : 1200

ناشر : النور انٹرنیشنل

لاہور : H-102 گلبرگ III، نزد فردوس مارکیٹ، لاہور

فون نمبر : 0336-4033045, 042-35881169, 042-35851301

کراچی : گراؤنڈ فلور کراچی بیچ ریزیڈنسی نزد بلاول ہاؤس، کلفٹن بلاک III، کراچی

فون نمبر : 0336-4033034، 021-35292341-42

فیصل آباد : A-121 فیصل ٹاؤن، ویسٹ کینال روڈ، فیصل آباد

فون نمبر : 03364033050، 041-8759191

ای میل : sales@alnoorpk.com

ویب سائٹ : www.alnoorpk.com

فیس بک : Nighat Hashmi, Alnoor International

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

کلاس سے پہلے استاذہ کی طالبات سے گفتگو

استاذہ: چھٹیاں کیسی گزریں؟

کیا آپ جانتے ہیں کہ مومن کو کبھی چھٹی نہیں ملتی اور اسلامی طرز زندگی میں چھٹی کی کوئی گنجائش بھی نہیں ہے۔ کیا کسی مومن کو نماز سے چھٹی مل جاتی ہے؟ کچھ مخصوص حالات میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے Exceptions ہیں جن میں نماز کی رخصت ہوتی ہے لیکن جس حالت میں وہ فرض ہے اس میں لازماً ادا کرنی ہے۔ کیا روزے سے چھٹی مل جاتی ہے؟ فرض تو پورا کرنا ہی ہے۔ اخلاقِ حسنہ سے کبھی چھٹی مل سکتی ہے یا حقوق وفرائض کی ادائیگی سے کبھی چھٹی نصیب ہوسکتی ہے؟

اسی وجہ سے ہمارے ہاں چھٹی کا دن سب سے زیادہ برکت والا ہے۔ اس میں بزنس سے چھٹی، چاہیں تو کرلیں اور نہ چاہیں تو نہ کریں۔ صرف جمعہ کے وقت کے علاوہ آپ اپنے کاموں میں مصروف رہ سکتے ہیں لیکن جمعے کا وقت لازماً اللہ تعالیٰ کے لیے نکالنا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس وقت کے نکالنے سے چھٹی نہیں مل سکتی لہٰذا چھٹی پر کبھی خوش نہیں ہونا۔

جانتے ہیں چھٹی کب ملے گی؟

جب موت آئے گی

قبر میں چھٹی ہے

آپ کو قبر پسند ہے یا زندگی پسند ہے؟

یہ عمل کی زندگی ہے (الحمدللہ)

پھر قبر میں تو آرام ہی کرنا ہے

ایمان انسان کو اس زندگی میں آرام نہیں کرنے دیتا حتیٰ کہ مومن نیند بھی کام کرنے کے لیے لیتا ہے۔ آپ کو ایمان والی زندگی زیادہ اچھی لگتی ہے یا آرام والی زندگی؟ جب دوسری وحی آئی تو اللہ ربّ العزت نے نبی ﷺ سے کہا تھا:

﴿يَاأَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ﴾ (المدثر:1)

''اے کمبل میں لپٹنے والے''

﴿قُمْ فَأَنذِرْ﴾ (المدثر:2)

''اُٹھو پھر خبردار کرو۔''

اے میرے پیارے بندے! آپ کہاں آرام کرنے کے لیے لیٹ گئے ہیں۔

آرام کے دن گئے

اٹھو کام کے دن ہیں

کام کرنا ہے

کیا آپ جانتے ہیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ احسن، اچھا کام کون سا ہے؟ اللہ پاک نے خود اس کا فیصلہ کر دیا ہے۔

﴿وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّن دَعَا إِلَى اللَّهِ وَعَمِلَ صَالِحًا﴾

''اس سے زیادہ اچھی بات کس کی ہوسکتی ہے جس نے اللہ کی طرف بلایا اور نیک عمل کیے۔'' (فصلت:33)

تو اللہ تعالیٰ کی طرف بلانا سب سے پیارا کام ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا پیغام ہے۔

کیا آپ جانتے ہیں کہ ہمیں عمر اسی مقصد کے لیے ملی ہے؟ یہ زندگی اس لیے ملی ہے کہ ہم کام کریں اور کاموں میں سب سے افضل کام اللہ تعالیٰ کی طرف بلانا ہے۔ مومن جہاں کہیں بھی ہے اس کا اٹھنا بیٹھنا، سونا جاگنا، چلنا پھرنا، کھانا پینا، لوگوں کے درمیان رہنا اور پھر خلق خدا کے ساتھ رحمت کا معاملہ کرنے کے لیے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینا۔ یہ کام اس سے زندگی بھر نہیں چھوٹتا اور جس لمحے چھوٹے گا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے اپنے مقصد سے غفلت برتی ہے۔ اب وہ اپنے مقصد کو پورا نہیں کر رہا اور آپ جانتے ہیں جس کا کام ختم ہو جائے اس کو کیا کہتے ہیں؟

طالبہ: ناکام

استاذہ: ناکام، بے کار یعنی اس کا کوئی کام ہی نہیں ہے۔ آپ نے بے کار اور ناکام زندگی گزارنی ہے یا کامیاب؟

طالبات: کامیاب

استاذہ: کامیاب زندگی گزارنی ہے تو کام کریں، یہ کام کرنے کے دن ہیں یہ جو زندگی کے چند دن ملے ہیں۔ اگر آپ کام نہیں کریں گے تو ساری دنیا ناکام ہو جائے گی اور اگر آپ ساری دنیا کو ناکام کرنے کے لیے بے کار رہیں گے تو اللہ تعالیٰ کے یہاں بڑی پکڑ ہے۔ یہی چیز مومن کو کہیں بھی بے فکر نہیں ہونے دیتی بلکہ اسے ہمیشہ فکر مند رکھتی ہے (الحمدللہ رب العالمین)۔

آپ نے کیا کام کرنا ہے؟

طالبات: اللہ تعالیٰ کی طرف بلانا ہے۔

استاذہ: لیکن یہ کام کیسے کرنا ہے؟ کہاں کرنا ہے؟ کب کرنا ہے؟ ان ساری چیزوں کا

فیصلہ ایک بات سے ہوتا ہے کہ یہ کام کیوں کرنا ہے؟

طالبہ: اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔

استاذہ: اللہ تعالیٰ کو پسند ہے اور ہم نے اس کی پسند اختیار کرنی ہے، یہ بہت بڑی بات ہے۔

طالبہ: جنت کے حصول کے لیے۔

طالبہ: اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے شوق کے لیے۔

طالبہ: امت مسلمہ کی ذمہ داری ہے۔

استاذہ: فرض ہے، زندگی کا مقصد ہے، ہمیں یہ عمر ملی ہی اس مقصد کے لیے ہے۔ ہمیں اللہ پاک نے اس امت میں اسی لیے جگہ دی ہے۔ ایسا ہو سکتا تھا کہ ہم یہودی خاندان میں پیدا ہو جاتے یا عیسائی ہوتے یا ہندو ہوتے (استغفر اللہ) لیکن اللہ پاک نے آپ کو انسان بنایا پھر مسلمان بنایا۔ اب یہ اس امت کا فریضہ ہے۔

﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ﴾ (آل عمران:110)

"تم بہترین اُمت ہو جو لوگوں کے لیے نکالی گئی ہے۔"

نکلنے والا تو کام کرتا ہے اور بیٹھ رہنے والا کیا کرتا ہے؟ ناکام ہو جاتا ہے، بے کار ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں اپنے کام کا بنا لے (آمین)۔ اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کو یہ خوش خبری دی تھی؟

﴿وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِي﴾ (طٰہٰ:41)

"میں نے تجھے اپنے کام کا بنا لیا۔"

وہ کون سے نبی تھے؟ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو رب العزت نے یہ نوید سنائی تھی کہ میں نے تجھے اپنے کام کا بنا لیا ہے۔ یہ کتنی بڑی خوش خبری ہے۔

کیا آپ کے دل کے اندر یہ حسرت پیدا نہیں ہوتی ؟

کیا دل کی اتھاہ گہرائیوں سے یہ صدا بلند نہیں ہوتی ؟

یا اللہ تو ہمیں بھی اپنے کام کا بنالے

یا اللہ تو نے کام کا نہ بنایا تو ہم نا کام ہو جائیں گے۔ جانتے ہیں کام کا بننے کے لیے سب سے پہلے کس چیز کی ضرورت ہے؟

طالبات: علم

استاذہ: جی علم کی ضرورت ہے اور اس کے بعد؟

طالبات: عمل۔

استاذہ: ظاہر ہے علم کے ساتھ عمل جڑا ہوا ہے لیکن بیچ میں ایک چیز نہ آئے تو عمل نہیں ہوسکتا وہ کیا ہے؟

ایمان کیونکہ اس کے بغیر عمل ممکن نہیں ہے اور علم، ایمان، عمل کے ساتھ چوتھی چیز کیا ہے؟ دعوت الی اللہ (الحمد للہ)۔

استاذہ: علم میں سے افضل علم کون نسا ہے؟ جیسے دنیا کے علوم میں سی فلاں مضمون اچھا ہے، یا وہ اعلیٰ ہے، تو دینی علوم میں سے سب سے افضل علم کون سا ہے؟

طالبہ: ربّ تعالیٰ کی معرفت کا علم۔

استاذہ: اللہ تعالیٰ کی معرفت، عقیدہ کا علم۔ کیونکہ عقیدے نے دراصل بیج کا کردار ادا کرنا ہوتا ہے۔ جیسے عمارت کی بنیاد ہوتی ہے اور بنیاد کے بغیر عمارت نہیں بنتی ایسے ہی بیج کے بغیر درخت پیدا نہیں ہوتا۔ ایسے ہی اگر اللہ تعالیٰ کی ذات پر یقین، یقینِ کامل تک نہ پہنچ رہا ہو تو ظاہر ہے کہ بیج کی موجودگی ہی نہیں ہے تو درخت کا تصور

کیسے کیا جا سکتا ہے؟ بنیاد ہی نہیں ہے تو عمارت کا تصور بھی کیسے کیا جا سکتا ہے؟ یہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر ایمان ہے جس کی وجہ سے ہم کتنی دوسری چیزوں پر یقین کرتے ہیں اور جو وہ کہہ دے اس پر یقین کر لیتے ہیں۔ اس کے وعدوں پر، اس کی وعیدوں پر، اس کے کارندوں پر ہمارا یقین ہے۔

ہم فرشتوں پر کیوں ایمان رکھتے ہیں؟

وہ اللہ تعالیٰ کے کارندے ہیں، اس کے فرشتے ہیں۔

اس کے رسولوں پر کیوں ایمان رکھتے ہیں؟

وہ اس کے بھیجے ہوئے، اس کے پیغمبر ہیں۔ اس کی طرف سے پیغام رساں ہیں، اس کے سفیر ہیں۔

ہم کتابوں پر کیوں ایمان رکھتے ہیں؟

یہ اس کا دیا ہوا طرز زندگی ہے۔ اس کا دیا ہوا Instruction Manual ہے، اس کی کتابیں ہیں۔

ہم آخرت کے دن پر کیوں ایمان رکھتے ہیں؟

اس لیے کہ اس کے انصاف کا دن ہے۔

اور ہم اس بات پر کیوں یقین رکھتے ہیں کہ جو ہم کرتے ہیں اور جو ہم نے آئندہ کرنا ہے، جو ہمیں ملا ہے اور جو ہمیں نہیں ملا وہ سب کچھ زمین و آسمان کے پیدا ہونے سے پچاس ہزار برس پہلے لکھا گیا ہے۔ ہم اس کے بارے میں اندازہ نہیں کر سکتے، ہمارے لیے تو بس اتنی بات کافی ہے کہ زمین و آسمان کے بنانے سے پہلے اللہ پاک نے تقدیر لکھی تھی اور ہم اس تقدیر پر یقین رکھتے ہیں۔ یہ ہمارا عقیدہ ہے

اور عقیدے میں ہم یہ کبھی نہیں کہہ سکتے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کی معرفت اور اللہ تعالیٰ پر ایمان کی یہ آخری بات ہے کیونکہ یہ موضوع اتنی وسعت رکھتا ہے کہ اس کا احاطہ کرنا شاید ممکن نہیں ہے۔لیکن ابتدائی طور پر جب ہم کسی چیز کا علم حاصل کر لیتے ہیں تو آگے کے مواقع پیدا ہو جاتے ہیں (الحمد للہ)۔

یہ کورس ایک بنیادی سلسلہ تھا جس میں ہم نے عقیدے کے بارے میں اور خاص طور پر اللہ تعالیٰ پر ایمان کے بارے میں کچھ چیزوں کو دیکھا اور ہم اللہ تعالیٰ کی کتابوں پر ایمان کو، اللہ تعالیٰ کے فرشتوں پر، اس کے رسولوں پر، اس کے انصاف کے دن پر ایمان کو، اس کی جنت، اس کی جہنم اور اس کی تقدیر پر ایمان کو بھی دیکھیں گے (ان شاء اللہ)۔شکر ہے اس ذات کا جس نے ہمیں ایسے لمحے عطا کئے جو اس کی ذات کی پہچان سے روشن ہو رہے ہیں اور ہم اس کے لیے یہاں بیٹھتے ہیں (الحمد للہ رب العالمین)۔آج کے دن ہم عقیدے کے حوالے سے ساتویں پارے کی ابتدائی آیات کو دیکھیں گے۔اس میں ان شاء اللہ ہم اچھے اور برے عقیدے کے اثرات کو بھی دیکھیں گے۔

برے عقیدے کے برے اثرات ہوتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر جب غیر اللہ پر اعتقاد رکھا جائے، وہ چاہے قبر میں پڑا ہوا انسان ہو، چاہے اللہ تعالیٰ کے فرشتے ہوں، چاہے اس کائنات کے مظاہر ہوں اور چاہے اپنی ذات ہو اس کے برے ہی اثرات ہوتے ہیں۔جو لوگ اس کائنات میں تحقیقات کرتے ہیں اور کائنات کی بہت ساری چیزوں کا یا اصولوں کا سراغ لگاتے ہیں تو بہت ساری چیزوں کو دریافت کر لیتے ہیں پھر بعض اوقات وہ دریافتیں انسان کے لیے بہت ہی

زیادہ مفید ہوجاتی ہیں۔ آج کے دور میں مسلمان ہوں یا غیر مسلم سب کے لیے یکساں مسئلہ بن گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر ایمان کے ساتھ کچھ ایسی چیزیں در آئی ہیں جو قدیم شرک کے مقابلے میں جدید شرک کا درجہ اختیار کرچکی ہیں۔ ان شاء اللہ ہم اس کو بھی دیکھیں گے۔

پہلی چیز ہم اثرات کے حوالے سے دیکھیں گے جو ہمیں آج سے تقریباً ساڑھے چودہ سو سال پہلے ایک بادشاہ کے دربار میں نظر آتے ہیں۔ بات پہچان کی ہے، بات معرفت کی ہے کہ کیسے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ رب العزت کا ارشاد ہے:

﴿ وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ ۚ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ﴾ (المائدہ:83)

رجب وہ سنتے ہیں جو رسول کی طرف نازل کیا گیا تو آپ دیکھتے ہیں کہ ان کی آنکھیں آنسوؤں سے بہہ رہی ہوتی ہیں اس وجہ سے کہ انہوں نے حق کو پہچان لیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہم ایمان لے آئے، چنانچہ ہمارا نام گواہی دینے والوں کے ساتھ لکھ لے۔

''اور جب وہ سنتے ہیں جو رسول کی طرف نازل کیا گیا'' جانتے ہیں اس میں کیا بات ہے؟

وہ علم جو آسمان سے اترا

جو رسول پر نازل ہوا

جو سب انسانوں کے لیے ہے

''اور جب وہ سنتے ہیں'' اس علم میں ایسا کیا ہے جس کی وجہ سے جب لوگ سنتے ہیں تو سننے کے ان پر اثرات مرتب ہوتے ہیں؟ یاد رکھئے گا آپ جتنا جی چاہے پڑھ لیں جب تک سنیں گے نہیں اثرات مرتب نہیں ہوں گے۔ سننا ناگزیر ہے اور اس کے ثبوت کے لیے آیت کا اگلا حصہ ہے۔ جب سننے والے نے سنا تو اس کی ذات پر اس کا کیا اثر ہوا؟ آپ بھی دیکھ سکتے ہیں اور رب العزت نے دکھایا ہے:

﴿تَرَىٰٓ أَعۡيُنَهُمۡ تَفِيضُ مِنَ ٱلدَّمۡعِ﴾

''تو آپ دیکھتے ہیں کہ ان کی آنکھیں آنسوؤں سے بہہ رہی ہوتی ہیں۔''

کانوں نے سنا اور سنتے ہی آنکھوں نے آنسو بہا دیے، ایسا کیسے ممکن ہو گیا؟ اس موقع پر کچھ سوالات ہیں جو انسان کے ذہن میں آتے ہیں کہ:

آنکھیں کیسے آنسو بہاتی ہیں؟

آنکھیں کیوں آنسو بہاتی ہیں؟

کیا آنکھ کا آنسو بہانا ناگزیر ہے؟

آنکھ آنسو بہاتی ہے تو انسان پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

دنیا میں تو بہت سے اسباب ہیں مثلاً کوئی اپنی ذات کے ہونے نہ ہونے کے دکھ میں ہے اور وہ یہی سوچتا رہتا ہے کہ کسی نے مجھے فلاں بات کیوں کہہ دی، میری بے عزتی (Insult) ہو گئی۔ کبھی کہتا ہے کہ مجھے دکھ ہوا، کبھی کہتا ہے کہ مجھے خوشی ہوئی اور کبھی یہ کہ مجھے کسی کی بات بری لگی، اس کا مطلب ہے کہ سننے کا اثر تو ہوتا ہے اور جس ماحول میں انسان ہوتا ہے اس کا اثر بھی ہوتا ہے۔ کبھی کوئی چیز اتنی کڑوی لگتی ہے اور دل پر اتنا گہرا اثر بھی ہوتا ہے کہ آنکھیں آنسو بہاتی ہیں۔

ایک وہ آنسو ہیں جو اپنی ذات کے لیے ہیں

اور ایک وہ آنسو ہیں جو ربّ کی ذات کے لیے ہیں

کتنا فرق ہے ان آنسوؤں میں

آپ نے کبھی آسمان پر بادلوں کی آنکھ مچولی کو دیکھا ہے؟ اور جب وہ بادل ایکا کر لیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے برسنے لگ جاتے ہیں ۔ہاں بادل بھی تو آنسو بہاتے ہیں اور اس کا کتنا نفع ہوتا ہے۔ دنیا میں لوگ کن مقاصد کے تحت اور کس پوزیشن میں آنسو بہاتے ہیں؟ اور یہاں کیا چیز ہے جس کی وجہ سے آنسو بہہ رہے ہیں:

﴿مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ﴾

''اس وجہ سے کہ انہوں نے حق کو پہچان لیا ہے۔''

سبحان اللہ!

دنیا کے قیمتی ترین آنسو ہیں

پہچان کے آنسو ہیں

معرفت کے آنسو ہیں

تعلق کے آنسو ہیں

پتہ لگ گیا ہے کہ وہ کتنا عظیم ہے، یہ اس کا کلام ہے۔کبھی آپ نے اپنے ربّ کو پہچان کر آنسو بہائے ہیں؟ نجاشی کو ضرور یاد کیجئے گا جس نے آنسو بہائے تھے حالانکہ وہ ابھی مسلمان نہیں تھا لیکن وہ اس کی زندگی کا قیمتی ترین وقت تھا۔آپ کی زندگی میں بھی قیمتی لمحے آئے ہوں گے لیکن ہوسکتا ہے کہ وہ قیمتی ہوں اور ہوسکتا ہے کہ وہ قیمتی نہ

ہوں۔قیمتی لمحے وہ ہوتے ہیں جوانسان کی قیمت کومقرر کردیں۔سوچنے کا انداز کتنا مختلف ہے کیونکہ کوئی اپنے ان لمحات کوقیمتی سمجھتا ہے جس میں اسے مطلوبہ چیزمل جائے۔مثال کے طور پر کوئی ڈگری،کوئی محبت،کوئی کھوئی ہوئی چیزمل جائے توانسان یہ سمجھتا ہے کہ اس کی وجہ سے میں قیمتی ہو گیا ہوں۔انسان کی قدرو قیمت ٹھیکری جیسی چیزوں میں نہیں ہے،اگر اسے ٹھیکریوں کے پہاڑ بھی مل جائیں تو وہ قدرو قیمت والا نہیں ہوسکتا۔ایک ہی چیز ہے جو اسے قدرو قیمت والا بناتی ہے۔

﴿مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ﴾

''اس میں سے جوانہوں نے حق کو پہچان لیا۔''

کیا آپ کی زندگی میں کوئی قیمتی لمحہ آیا جب آپ نے اپنے ربّ کو پہچانا اور اس پہچان کی وجہ سے آپ کی آنکھوں نے آنسو بہائے ہوں؟اپنے آپ سے سوال کیجئے گا۔اگر بہائے ہیں توٹھیک ہے۔اگرنہیں بہائے تواپنی نوٹ بک پراپنے لیے ایک پیغام (Message) ضرور لکھیں کہ میری پوری حیات میں ایک لمحہ بھی ایسانہیں آیا جس نے مجھے قدرو قیمت والا بنادیا ہو؟

ہم تو تب قیمتی بنیں گے جب سب سے قیمتی ذات کے ساتھ تعلق جوڑیں گے ،جب اس کو پہچانیں گے۔اس کی پہچان اس کو جاننے سے آتی ہے اور غوروفکر سے پہچان ملتی ہے۔نجاشی نے کس چیز پہ غوروفکر کیا؟ جو اس نے سنا اور سنا کیا تھا؟ اللہ تعالیٰ کا کلام،سورہ مریم۔اللہ تعالیٰ کا کلام اللہ تعالیٰ کی پہچان دے سکتا ہے لیکن اسے جسے اپنے ربّ کی تلاش ہو۔

ہم نکلے تو اسی کی تلاش میں ہیں

پھر وہ ربّ کیوں نہیں ملتا؟

جب کہ اس کی نشانیاں پوری کائنات میں پھیلی ہوئی ہیں اور اس کی آیات آپ کے ہاتھوں میں ہیں، آپ کے دل میں اور آپ کے کانوں میں رس گھولتی ہیں، کیا ایسا نہیں ہوتا؟

پھر وہ ربّ اپنے کلام میں بھی نہیں ملتا؟

جب تلاوت سنیں تب بھی نہیں ملتا؟

جب کلام پر غور وفکر کریں تب بھی نہیں ملتا؟

اپنے ربّ کریم سے دعا کریں گے تو وہ اپنی پہچان دے دے گا لیکن ارداہ تو آپ نے کرنا ہے۔ اگر آپ اپنے ربّ کو تلاش کرنا چاہتے ہیں تو ایک ایسے فرد کی تلاش کو دیکھئے گا جس نے وہ کلام سنا جو رسول اللہ ﷺ پر اتارا گیا تو اس کو پہچان مل گئی۔ رب العزت نے کہا:

﴿تَرٰۤی اَعۡیُنَہُمۡ تَفِیۡضُ مِنَ الدَّمۡعِ﴾

”آپ دیکھتے ہیں ان کی آنکھیں آنسوؤں سے بہہ رہی ہوتی ہیں۔“

﴿مِمَّا عَرَفُوۡا مِنَ الۡحَقِّ﴾

”اس وجہ سے کہ انھوں نے حق کو پہچان لیا ہے۔“

آپ سماعت سے پہچان تک کا سفر دیکھئے جو لمحوں میں طے ہو گیا اور پہچان سے آنسوؤں تک کے سفر کو دیکھئے۔ یہ کیسا خوبصورت دائرہ ہے جو بالآخر دل سے نکل کر زبان تک جا پہنچتا ہے اور وہ بول اٹھتا ہے:

﴿یَقُوۡلُوۡنَ رَبَّنَاۤ اٰمَنَّا فَاکۡتُبۡنَا مَعَ الشّٰہِدِیۡنَ﴾

''وہ کہتے ہیں اے ہمارے رب ہم ایمان لے آئے چنانچہ ہمارا نام گواہی دینے والوں کے ساتھ لکھ لے۔''

دنیا کے رجسٹر کی نہیں اللہ تعالیٰ کے رجسٹر میں اندراج کروانے کی بات ہے۔

آپ ایک لمحے کے لئے تصور (Imagine) تو کر کے دیکھئے۔

کیا آپ کا نام اللہ تعالیٰ کے رجسٹر میں مومن کے طور پر لکھا ہوا ہے؟

کیا آپ کا ایمان دل کے اندر یہ حسرت پیدا کرتا ہے؟

کیا وہ حسرت دعا کی صورت میں لبوں سے پھسلتی ہے؟

﴿يَقُوْلُوْنَ﴾

ایک قول ہے اور قول تو ہمارا بھی ہے، کیا دونوں میں کوئی فرق ہے؟

Is There Any Difference?

ہم بھی کہتے ہیں:

﴿رَبَّنَآ اٰمَنَّا﴾

''اے ہمارے رب، ہم ایمان لائے۔''

لیکن کب اپنے ربّ سے کہا کہ:

﴿فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ﴾

''ہمارا نام گواہی دینے والوں میں لکھ لے۔''

ایمان کا لازمی نتیجہ گواہی ہے اور یہ گواہی کون، کس کو، کب، کہاں دیتا ہے؟ اپنی زندگی میں دیکھئے۔ جب ربّ آپ کا نام اپنے رجسٹر میں لکھ لے گا۔

پھر آپ دعوت دیں گے

پھر آپ گواہی دیں گے

اپنے ربّ کی گواہی

﴿فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ﴾ ''ہمارا نام گواہی دینے والوں میں لکھ لے۔''

یہ ایک پورا Process ہے، کیا آپ مجھے بتائیں گے کہ بات کہاں سے شروع ہوتی ہے؟

طالبہ: سماعت سے۔

استاذہ: آپ نے کہا کلام سننے سے، تو آپ کب کب کلام سنتے ہیں؟ آپ تو پڑھتے ہیں، سنتے کب ہیں، کیا ایسا ہے؟ کیا آپ کو کلام سننے کا شوق ہے؟ کبھی رات کی تنہائیوں میں آپ کلام اللہ سنتے ہیں؟ کبھی تلاوت اور کبھی کسی داعی کی دعوت؟ وہ کیسا ماحول تھا جب نجاشی کے دربار میں سارے درباری بیٹھے تھے اور ایک شاہد اٹھا، ایک اللہ تعالیٰ کا گواہ، جس نے اٹھ کر کہا:

> اے بادشاہ ہم مردار کھانے والے لوگ تھے ہم انسانی قتل کرتے تھے، ہم شراب پینے والے لوگ تھے، ہم بیٹیوں کو زندہ دفن کرتے تھے، ہم سود کھاتے تھے، پھر ہم میں ایک شخص اٹھا جس نے ہمیں یہ بتایا کہ تمہارا ربّ ایک ہے صرف اس کی عبادت کرو تو یہ سارے لوگ ہمارے دشمن ہو گئے۔ اس نے تو ہمیں یہ حکم دیا کہ رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کرو، صلہ رحمی کرو اور یہ ہمارے دشمن ہو گئے تو نجاشی نے کہا وہ شخص جو تمہارے بیچ میں آیا ہے وہ کیا کلام سناتا ہے وہ کلام مجھے بھی سنا دو۔ (ابن ہشام:334,338)(الرحیق المختوم:135,137)

تو اس وقت پہ جو کلام سنایا گیا وہ سورۃ مریم تھی۔ جب نجاشی نے کلام اللہ کو سنا تو

اس نے پہچان لیا۔اس Process پر ہمیشہ غور کیجیئے گا۔کیا آپ اس Process کو Draw کر سکتے ہیں؟ کتنا پیارا سفر ہے ،کلام اللہ کو سننا ، پھر آنسو بہانا لیکن آنسو بہانے سے پہلے کیا ضروری ہے؟

﴿مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ﴾

''حق کو پہچاننا''

کیونکہ حق کی پہچان سے جو آنسو بہتے ہیں پھر وہ پہچان صرف آنکھوں میں نہیں رہتی بلکہ یہ پہچان تو شخصیت کی پھٹن ہے۔وہ آنکھوں سے بھی ظاہر ہوتی ہے اور زبان سے بھی ظاہر ہوتی ہے اور زبان کیا کہتی ہے؟

﴿یَقُوْلُوْنَ﴾

ایک قول ہے

اور جنت اس ایک قول کا بدل ہے

اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

﴿مَنْ مَاتَ وَھُوَ یَشْھَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ صَادِقًا مِنْ قَلْبِهٖ دَخَلَ الْجَنَّةَ﴾ (السلسلة الصحيحه)

جو شخص مرجائے اس حال میں کہ وہ لا الٰہ الا اللہ اور مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کی سچے دل سے گواہی دیتا ہے تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔

کیا آپ جانتے ہیں کہ یہ کلمہ کیسے جنت تک لے جائے گا؟ اس Process کے تحت۔

﴿مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ﴾

''اس وجہ سے کہ انھوں نے حق کو پہچان لیا ہے۔''

اس کلمے کے ساتھ بڑی خوب صورت یادیں وابستہ ہیں کہ جس نے کہا لا الہ الا اللہ وہ جنت میں داخل ہوگا۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد بیٹھے تھے اور ہمارے ساتھ ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما بھی تھے اور آدمیوں میں۔ اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے (اور باہر تشریف لے گئے) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے پاس آنے میں دیر لگائی تو ہم کو ڈر ہوا کہ کہیں دشمن آپ کو اکیلا پا کر نہ مار ڈالیں۔ ہم گھبرا گئے اور اٹھ کھڑے ہوئے۔ سب سے پہلے میں گھبرایا تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ڈھونڈنے کے لئے نکلا اور بنی نجار کے باغ کے پاس پہنچا (بنی نجار انصار میں سے ایک قبیلہ تھا) اس کے چاروں طرف دروازہ کو دیکھتا ہوا پھرا کہ دروازہ پاؤں تو اندر جاؤں (کیونکہ گمان ہوا کہ شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے اندر تشریف لے گئے ہوں) دروازہ ملا ہی نہیں (شاید اس باغ میں دروازہ ہی نہ ہوگا یا اگر ہوگا تو ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو گھبراہٹ میں نظر نہ آیا ہوگا) دیکھا کہ باہر کنویں سے ایک نالی باغ کے اندر جاتی ہے میں لومڑی کی طرح سمٹ کر اس نالی کے اندر گھسا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ابوہریرہ!" میں کہا جی ہاں یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کیا حال ہے تیرا۔" میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ ہم لوگوں میں تشریف رکھتے تھے۔ پھر آپ تشریف لے گئے اور آپ نے آنے میں دیر لگائی تو ہم کو ڈر ہوا کہ کہیں دشمن آپ کو ہم سے جدا دیکھ کر نہ ستائیں۔ ہم گھبرا گئے اور سب س پہلے میں گھبرا کر اٹھا اور اس باغ کے پاس

آیا (دروازہ نہ ملا) تو اس طرح سمٹ کر گھس آیا جیسے لومڑی اپنے بدن کو سمیت کر گھس جاتی ہے اور سب لوگ میرے پیچھے آتے ہیں۔ آپ ﷺ نے کہا: "اے ابوہریرہ!" اور عنایت کیے مجھ کو اپنے جوتے (نشانی کے لئے تاکہ اور لوگ ابوہریرہ کی بات کو سچ سمجھیں) اور فرمایا: "میرے دونوں جوتے لے کر جا اور جو کوئی تجھے اس باغ کے پیچھے ملے اور وہ اس بات کی گواہی دیتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور اس بات پر دل سے یقین رکھتا ہو تو اس کو یہ سنا کر خوش کر دے کہ اس کے لیے جنت ہے۔" (ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں جوتے لے کر چلا) تو سب سے پہلے میں عمر رضی اللہ عنہ سے ملا۔ انہوں نے پوچھا: اے ابوہریرہ! یہ جوتے کیسے ہیں؟ میں نے کہا: یہ رسول اللہ ﷺ کے جوتے ہیں۔ آپ ﷺ نے یہ دے کر مجھ کو بھیجا ہے کہ میں جس سے ملوں اور وہ گواہی دیتا ہو لا الہ الا اللہ کی، دل سے یقین کر کے تو اس کو جنت کی خوشخبری دوں۔ یہ سن کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ایک ہاتھ میری چھاتی کے بیچ میں مارا تو میں سرین کے بل گرا۔ پھر کہا: اے ابوہریرہ! رسول اللہ ﷺ کے پاس لوٹ جا۔ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس لوٹ کر چلا گیا اور رونے والا ہی تھا کہ میرے ساتھ پیچھے سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بھی آ پہنچے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اے ابوہریرہ! تجھے کیا ہوا۔" میں نے کہا: میں عمر رضی اللہ عنہ سے ملا اور جو پیغام آپ نے مجھے دے کر بھیجا تھا پہنچایا۔ انہوں نے میری چھاتی کے بیچ میں ایسا مارا کہ میں سرین کے بل گر پڑا اور کہا لوٹ جا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: "تو نے ایسا کیوں کیا؟"

انہوں نے عرض کیا: "یا رسول اللہ! آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔ ابو ہریرہ کو آپ ﷺ نے اپنے جوتے دے کر بھیجا تھا کہ جو شخص ملے اور وہ گواہی دیتا ہو لا الہ الا اللہ کی دل سے یقین رکھ کر تو خوشخبری دو اس کو جنت کی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ہاں"۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں ایسا نہ کیجئیے کیونکہ میں ڈرتا ہوں، لوگ اس پر تکیہ کر بیٹھیں گے ان کو عمل کرنے دیجیے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اچھا ان کو عمل کرنے دو۔" (مسلم:147)

کیونکہ ہر کوئی اس ایمانی Process سے نہیں گزرتا۔ تو یہ ایمانی سفر ہے جس میں قول کیا ہے؟

﴿يَقُولُونَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا﴾

''وہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہم ایمان لے آئے۔''

ہم نے مان لیا

ہم نے یقین کر لیا

﴿فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ﴾ (المائدہ:83)

''چنانچہ ہمارا نام گواہی دینے والوں کے ساتھ لکھ لے۔''

اور اب ہم کیا ہو گئے ہیں؟

تیرے گواہ بن گئے ہیں

شہادتین یعنی اللہ تعالیٰ کی گواہی دینا اور محمد ﷺ کی گواہی دینا ارکان اسلام میں سے پہلا رکن ہے۔ اس گواہی کا مطلب محض زبان سے اقرار کرنا نہیں ہے بلکہ

مومن تو سارے زمانے کے سامنے گواہ ہے، اسے تو ہر جگہ گواہی دینی ہے۔ ہر کچی پکی عمارت بھی اس کی گواہ ہوگی اگرچہ وہ باقی باتیں تو نہیں جانتی لیکن یہ جانتی ہے کہ یہ جہاں سے سفر کر کے جا رہا ہے یہ دراصل وصول الی اللہ کا سفر ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جا رہا ہے۔ اور اگلی بات کیا ہے؟

﴿فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ﴾ (المائدہ:83)

''چنانچہ ہمارا نام گواہی دینے والوں کے ساتھ لکھ لے۔''

یہ اس Process کا بڑا حصہ ہے۔ آپ بھی اپنے ربّ سے اس بارے میں اس وقت کہیے گا جب آپ اپنے ربّ کو پہچانیں گے لیکن دیر کیوں لگانی ہے؟ اور کتنی خوب صورت بات ہے۔

﴿وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَا جَآءَنَا مِنَ الْحَقِّ﴾

''اور ہمیں کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ پر اور اس حق پر ہم ایمان نہ لائیں جو ہمارے پاس آیا ہے؟''

﴿وَنَطْمَعُ اَنْ يُّدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِيْنَ﴾

''جب کہ ہم یہ حرص رکھتے ہیں کہ ہمارا ربّ ہمیں نیک لوگوں کے ساتھ شامل کر لے۔'' (المائدہ:84)

سبحان اللہ! اگر آپ اس پر غور کریں گے اور جتنی بار غور کریں گے آپ پر نئے نئے دروازے کھلتے چلے جائیں گے۔ وہ کہتے ہیں:

﴿وَنَطْمَعُ اَنْ يُّدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِيْنَ﴾

''جب کہ ہم یہ حرص رکھتے ہیں کہ ہمارا ربّ ہمیں نیک لوگوں کے ساتھ شامل

کرلے۔'' (المائدہ:84)

زندگی کے آخری مقام پر بھی جب اللہ رب العزت کی جانب سے یہ کہا جائے گا:

﴿يَاأَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ﴾ (الفجر:27)

''اے اطمینان والی جان!''

﴿ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً﴾ (الفجر:28)

''اپنے رب کی طرف لوٹ آؤ، راضی ہونے والی، پسند کی ہوئی ہو۔''

﴿فَادْخُلِي فِي عِبَادِي ﴿٢٩﴾ وَادْخُلِي جَنَّتِي﴾ (الفجر:29,30)

''چنانچہ میرے بندوں میں شامل ہوجاؤ۔اور میری جنت میں داخل ہوجاؤ۔''

میرے بندوں میں داخل ہوجاؤ۔ یہ بندوں کے ساتھ بیٹھنا نہیں ہے۔ بندوں میں کیسے داخل ہوں گے؟

﴿وَادْخُلِي جَنَّتِي﴾ (الفجر:30)

''اور میری جنت میں داخل ہوجاؤ۔''

تو اصل بات کیا ہے؟

﴿وَنَطْمَعُ أَن يُدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصَّالِحِينَ﴾

''جب کہ ہم یہ حرص رکھتے ہیں کہ ہمارا ربّ ہمیں نیک لوگوں کے ساتھ شامل کرلے۔'' (المائدہ:84)

ہم کس بات کی طمع رکھتے ہیں؟ کہ آپ ہمیں جنت میں داخل کردیں گے، اس لیے ہمیں نیک لوگوں کے ساتھ شامل کردے۔تو یہ انفرادی زندگی نہیں ہے کہ ہر کوئی اپنے اپنے گھر میں اپنی مرضی کی زندگی جی کر یہ سمجھے کہ ہمارا نام اللہ تعالیٰ کے رجسٹر میں ایمان

والوں میں لکھا ہوا ہے۔ یہ غلط فہمی ہے اور یہ کتنی پیاری بات ہے، جو ربّ العزت نے اس کا جواب دیا:

﴿فَاَثَابَهُمُ اللّٰهُ بِمَا قَالُوْا جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ؕ وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْمُحْسِنِیْنَ﴾ (المائدۃ:85)

''سو اللہ تعالیٰ اُنہیں اس بات کے بدلے میں جو انہوں نے کہا ایسے باغات دے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، ان میں وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں اور یہ نیک عمل کرنے والوں کی جزا ہے۔''

سو اللہ تعالیٰ اُنہیں اس بات کے بدلے میں جو انہوں نے کہا، کون سی بات ہے؟

﴿رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِیْنَ﴾

'' اے ہمارے رب! ہم ایمان لے آئے ، چنانچہ ہمارا نام گواہی دینے والوں کے ساتھ لکھ لے۔''

یہ جزا ہے محسنین کی یعنی اخلاص کے ساتھ عمل کرنے والوں کی ، جو اپنے ربّ کو اپنے اوپر نگہبان بناتے ہیں۔ محسن کا عمل یا تو مشاہدے کا ہوتا ہے یا مراقبے کا ہوتا ہے اور اس کا عمل غفلت کا عمل نہیں ہوتا۔ حالت مشاہدہ اور حالت مراقبہ کون سی ہوتی ہے؟ حدیث جبریل کے حوالے سے آپ جانتے ہیں:

﴿ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهِ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ یَرَاكَ﴾

''احسان یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو۔اگر یہ درجہ نہ حاصل ہو تو پھر یہ تو سمجھو کہ وہ تم کو دیکھ رہا ہے۔''

یا تو اللہ تعالیٰ کی نظروں کو محسوس کرلو

یا اپنے ربّ پر نظریں لگادو

یہ محسن کی بہت خوبصورت وضاحت ہے۔ہم نے دیکھا کہ اس سفر کا آغاز سماعت سے ہوا اور اختتام احسان پر اور اسلام کا سب سے بڑا درجہ احسان ہے۔کوئی شخص جب اسلام لاتا ہے تو سب سے پہلے وہ کلمہ پڑھتا ہے۔وہ صرف کلمہ پڑھتا نہیں ہے، اس کو سمجھتا بھی ہے اور پھر پورے غور وفکر کے بعد ایمان لے آتا ہے۔

یہ احسان کا سفر ہے

یہ اسلام کا سفر

اسلام لانے کے بعد دوسرا درجہ ایمان کا ہے جس کا طریقہ ہم نے دیکھا کہ:

کلام سننا، حق کو پہچاننا اور پہچان کر آنسو بہانا

پھر زبان سے اقرار کرنا اور اللہ تعالیٰ کا گواہ بننا

اللہ تعالیٰ کے پاس اس کا اندراج کروانا

اور اس بات کی طمع رکھنا کہ اللہ تعالیٰ صالحین میں شامل فرمادے

اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے یہ اعلان کرنا کہ

اس قول کے بدلے میں وہ جنت عطا کردی گئی

جو محسنوں یعنی اخلاص والوں کی جزا ہے

دوسرے الفاظ میں یہ ایمانی طریقہ کار (Procedure) تو ہے لیکن جو کوئی اس طریقے (Procedure) سے ہر وقت گزرتا رہتا ہے وہ مخلص محسن ہو جاتا ہے (الحمدللہ)۔ اور آپ جانتے ہیں کہ محسن کے کسی عمل کو اللہ تعالیٰ ضائع نہیں کرتے کیونکہ ربّ العزت نے خود فرمایا ہے:

﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ﴾(التوبہ:120)

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔''

تو جنت ایک قول کا بدل ہے، وہ قول جو پوری شخصیت کا اظہار ہے۔ کبھی آپ دیکھتے ہیں کہ جب بیج پھٹتا ہے تو اس کی ایک کونپل اور ایک جڑ نکلتی ہے۔ کونپل مٹی میں سے اوپر کو راستہ بناتی ہے اور جڑ نیچے کی طرف جاتی ہے، یہ ایمانی زندگی ہے۔

﴿اَصْلُهَا ثَابِتٌ﴾

''جس کی جڑ مضبوط ہے۔''

اس کی جڑ زمین میں گہری اور مضبوط ہے، یہ کھجور کا درخت ہے۔

﴿وَّفَرْعُهَا فِى السَّمَآءِ﴾(ابراھیم:24)

''اور اس کی شاخیں آسمان میں ہیں۔''

کونپل نے وہیں زمین کے اندر تھوڑی رہنا ہے، اب اس کو غذا چاہیے اور غذا کیا ہے؟

سماعت، کلام اللہ کو سننا

کلام اللہ کے ساتھ ایک تعلق پیدا کرنا

کیونکہ اسی میں ایمان کی غذا ہے، اسی کی وجہ سے ساری زندگی درست ہوتی ہے اور صرف درست نہیں ہوتی بلکہ مضبوط ہوتی ہے۔تو یہ ایمانی طریقہ کار (Process) ہے۔اسلام لانے کے بعد ایمان سے احسان تک کا سفر ہے (الحمدللہ رب العالمین)۔ اس کے مقابلے میں اگر کوئی زبان سے اسلام لے آئے اور وہ کسی شک یا شبہ میں مبتلا ہو جائے کیونکہ دو ہی بڑی بیماریاں ہیں جو دل کو لاحق ہوتی ہیں۔

(i) شبہات کی بیماری

(ii) شہوات کی بیماری

یہ دو چیزیں ہی ہیں جو اس بیج کو وائرس زدہ کر دیتی ہیں اور امجد اسلام امجد کہتا ہے:

پیڑ کو دیمک لگ جائے یا آدم زاد کو غم

دونوں ہی کو امجد ہم نے بچتے دیکھا کم

اگر کسی بیج کو وائرس لگ جائے تو یہ نفاق ہے۔نفاق سے کبھی اچھے اخلاق پیدا نہیں ہوتے۔اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے مثال دی ہے:

﴿عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: "آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ: اِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَاِذَا وَعَدَ اَخْلَفَ، وَاِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ﴾ (بخاری کتاب الایمان باب علامۃ المنافق:33)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ منافق کی علامتیں تین ہیں جب بات کرے جھوٹ بولے جب وہ وعدہ کرے اس

کے خلاف کرے اور جب اس کو امین بنایا جائے تو خیانت کرے۔''

اگر آپ اپنی زندگی کو ٹٹولنا چاہتے ہیں کہ میں کہاں ہوں تو اپنے آپ کو سچائی ،امانت اور ایفائے عہد میں پرکھ کر دیکھیں کیونکہ اگر یہ تین باتیں پیدا نہیں ہوں گی تو نفاق رہے گا۔ اور اس کے ساتھ نفاق کی چوتھی صفت جیسے رسول اللہ ﷺ کی ایک اور حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ:

''جب وہ جھگڑا کرے تو بدکلامی پر گالی گلوچ پر اتر آئے۔'' (بخاری:34)

اور منافق کا جھگڑا لمحہ لمحہ ہوتا ہے کیونکہ بات تو اتنی ہی ہے کہ کسی کے لیے اللہ تعالیٰ کی ذات بڑی ہے اور کسی کے لیے اپنی ذات بڑی ہوتی ہے۔کوئی اللہ تعالیٰ کی بڑائی میں جیتا ہے اور کوئی اپنی ذات کی بڑائی میں جیتا ہے۔ جو اپنی ذات کی بڑائی میں جیتا ہے وہ ہر وقت جھگڑے کرتا ہے، کیا ایسا نہیں ہوتا؟

مجھے یہ کیوں کہا؟

میرے بارے میں یہ کیوں سوچا؟

میرے بارے میں کسی نے کوئی فیصلہ کیوں کیا؟

ہر بات پر منافق Hit Feel کرتا ہے اور اس کو اپنی توہین محسوس ہوتی ہے۔کوئی ابتدائی طور پر ایمان قبول کر بھی لے اور وہ خالص نہ ہو یعنی اپنے آپ کو دو چیزوں سے پاک نہ کرے شبہات اور شہوات سے تو اخلاص کا سفر نہیں کر سکتا۔ وہ احسان تک نہیں پہنچتا جب کہ اللہ تعالیٰ کو جنت کے لیے جو لوگ مطلوب ہیں وہ محسنین ہیں (الحمد للہ رب العالمین)۔

نجاشی کا سننا اور ہمارا سننا ایک برابر نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ کلام نجاشی کی اپنی زبان میں تھا اور اس بڑی حقیقت کے بارے میں تھا جس کے بارے میں اس دور کے لوگ شک میں مبتلا تھے یعنی سیدنا عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کی پیدائش۔ اللہ تعالیٰ کی بات اتنی صحیح تھی کہ نجاشی کے دل کے اندر اتر گئی۔

اور اللہ پاک نے سیدنا عیسیٰ کی زبان سے پنگھوڑے یعنی جھولے میں کہلوایا۔ کتنی اہم باتیں ہیں، سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں جس شک میں وہ لوگ مبتلا تھے وہ یہ تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے یہ کہا:

﴿قَالَ اِنِّیۡ عَبۡدُ اللّٰہِ ۟ؕ اٰتٰنِیَ الۡکِتٰبَ وَ جَعَلَنِیۡ نَبِیًّا ﴿ۙ30﴾ وَّ جَعَلَنِیۡ مُبٰرَکًا اَیۡنَ مَا کُنۡتُ ۪ وَ اَوۡصٰنِیۡ بِالصَّلٰوۃِ وَ الزَّکٰوۃِ مَا دُمۡتُ حَیًّا ﴿۪ۖ31﴾ وَّ بَرًّۢا بِوَالِدَتِیۡ ۫ وَ لَمۡ یَجۡعَلۡنِیۡ جَبَّارًا شَقِیًّا ﴿32﴾ وَ السَّلٰمُ عَلَیَّ یَوۡمَ وُلِدۡتُّ وَ یَوۡمَ اَمُوۡتُ وَ یَوۡمَ اُبۡعَثُ حَیًّا ﴿33﴾ ذٰلِکَ عِیۡسَی ابۡنُ مَرۡیَمَ ۚ قَوۡلَ الۡحَقِّ الَّذِیۡ فِیۡہِ یَمۡتَرُوۡنَ ﴿34﴾ مَا کَانَ لِلّٰہِ اَنۡ یَّتَّخِذَ مِنۡ وَّلَدٍ ۙ سُبۡحٰنَہٗ ؕ اِذَا قَضٰۤی اَمۡرًا فَاِنَّمَا یَقُوۡلُ لَہٗ کُنۡ فَیَکُوۡنُ ﴿ؕ35﴾ وَ اِنَّ اللّٰہَ رَبِّیۡ وَ رَبُّکُمۡ فَاعۡبُدُوۡہُ ؕ ہٰذَا صِرَاطٌ مُّسۡتَقِیۡمٌ ﴿36﴾﴾

بچے نے کہا: ''یقینا میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں، اُس نے مجھے کتاب دی ہے اور

مجھے نبی بنایا ہے۔اور اُس نے مجھے برکت والا بنایا جہاں بھی میں ہوں اور مجھے نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا ہے جب تک میں زندہ رہوں۔اور اپنی ماں سے حسنِ سلوک کرنے والا بنایا اور اُس نے مجھے سرکش، بدبخت نہیں بنایا۔اور سلام مجھ پر جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن میں مروں گا اور جس دن مجھے زندہ کر کے اُٹھایا جائے گا۔'' یہ ہے عیسیٰ ابن مریم۔حق کی بات، جس میں وہ شک کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ایسا نہیں کہ وہ کوئی اولاد بنائے، وہ پاک ہے، جب وہ کسی کام کا فیصلہ کرتا ہے تو یقیناً اس کے لیے کہتا ہے ''ہوجا'' تو وہ ہوجاتا ہے۔اور یقیناً اللہ تعالیٰ میرا رب بھی ہے اور تمہارا رب بھی چنانچہ تم اس کی عبادت کرو، یہ سیدھا راستہ ہے۔

﴿اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ﴾

یقیناً میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں

﴿اٰتٰنِیَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا﴾

اس نے مجھے کتاب دی ہے اور مجھے اس نے نبی بنایا ہے۔

اور پھر فرمایا:

﴿وَاِنَّ اللّٰهَ رَبِّیْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ﴾

بے شک اللہ تعالیٰ میرا رب ہے اور تمہارا رب بھی اس کی عبادت کرو

﴿هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ﴾

''یہ سیدھا راستہ ہے۔''

یہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر ایمان کی حقیقت ہے۔ جب نجاشی نے یہ حقیقت پہچانی تھی تو اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں بھی اپنی پہچان نصیب کرے، ایسی پہچان جو ہمیں محسنین میں داخل کروا دے۔ یا اللہ تو ہمیں اپنے کام کا بنا لینا، حق کا گواہ بنا لینا۔ یا اللہ ہم جہاں کہیں ہوں الٰہی تیری ذات کے نور کے سفیر بنیں اور تیری ذات کی گواہی دینے والے بنیں۔ یا اللہ ہمیں صالحین کا ساتھ نصیب کرنا اور ہم سب کو جنت الفردوس میں داخل کرنا (آمین)۔

سوال وجواب

طالبہ:استاذہ جب ہم قرآن پڑھتے ہیں تو دل پر اثر بھی ہوتا ہے،آنسو بھی بہتے ہیں لیکن حالت ایک جیسی نہیں رہتی۔

استاذہ: سیدنا حنظلہ اسیدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اور وہ رسول اللہ ﷺ کے کاتبوں میں سے تھے۔وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ملاقات ہوئی توانہوں نے کہا:''اے حنظلہ رضی اللہ عنہ !تم کیسے ہو؟'' میں نے کہا:''حنظلہ تو منافق ہوگیا۔''انہوں نے کہا:''سبحان اللہ!تم کیا کہہ رہے ہو؟''میں نے کہا:''ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور آپ ﷺ ہمیں جنت ودوزخ کی یاد دلاتے رہتے ہیں،گویا کہ ہم انہیں اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں اور جب ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس سے نکل جاتے ہیں تو ہم بیویوں اوراولاد اور زمینوں وغیرہ کے معاملات میں مشغول ہوجاتے ہیں۔'' سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا:''اللہ کی قسم!ہمارے ساتھ بھی یہی معاملہ پیش آتا ہے۔''میں اور ابوبکر رضی اللہ عنہ چلے یہاں تک کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔میں نے عرض کیا:''اے اللہ کے رسول ﷺ !حنظلہ تو منافق ہوگیا۔''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''کیاوجہ ہے؟''میں نے عرض کیا:''اے اللہ کے رسول ﷺ !ہم آپ ﷺ کی خدمت میں ہوتے ہیں تو آپ ﷺ ہمیں جنت ودوزخ کی یاد دلاتے رہتے ہیں یہاں تک کہ وہ ہمارے لیے آنکھوں دیکھے ہوجاتے ہیں۔جب

ہم آپ ﷺ کے پاس سے چلے جاتے ہیں تو ہم اپنی بیویوں اور اولاد اور زمین کے معاملات وغیرہ میں مشغول ہوجانے کی وجہ سے بہت ساری چیزوں کو بھول جاتے ہیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ ! اِنْ لَوْ تَدُوْمُوْنَ عَلٰی مَا تَکُوْنُوْنَ عِنْدِیْ وَفِی الذِّکْرِ لَصَافَحَتْکُمُ الْمَلَائِکَۃُ عَلٰی فُرُشِکُمْ وَفِیْ طُرُقِکُمْ وَلٰکِنْ یَا حَنْظَلَۃُ ! سَاعَۃً وَسَاعَۃً ثَلَاثَ مِرَارٍ﴾

''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر تم اسی کیفیت پر ہمیشہ رہو جس حالت میں میرے پاس ہوتے ہوئے ذکر میں مشغول ہوتے ہو تو فرشتے تمہارے بستروں پر تم سے مصافحہ کریں اور راستوں میں بھی لیکن اے حنظلہ! ایک ساعت (یاد کی) ہوتی ہے اور دوسری (غفلت کی)۔ آپ ﷺ نے تین بار فرمایا۔'' (صحیح مسلم:6966)

استاذہ: کیا آپ کو ایمان کی حقیقت سمجھ آئی ہے؟ ایمان کا Procedure سمجھ آیا ہے؟

طالبات: الحمدللہ۔

استاذہ: الحمدللہ ربّ العالمین۔

آپ اس کتاب کے آڈیو اور ویڈیو کورس سے بھی فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔